Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اُردو تبصرہ نگاری کا فن اور روایت

THE ART AND TRADITION OF URDU COMMENTARY

۱۔ تنزیلہ اسلم

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور

۲۔ڈاکٹر روبینہ رفیق

صدر نشین، شعبہ اُردو، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور

Abstract:

Review writing in Urdu was introduced as a new geree in 19th country. Criticism in "Urdu abed" was initiated because of this art. But it got neglected completely. This art has got more strength as the world has taken the farm of a global village. Strenuous efforts have been made regarding "review writing in Urdu" in India. Whereas in Pakistan, no appreciable importance is given to this art. Positive goals could be achieved using this art so it is inevitable to raise its importance. Maulvi Abdul-Haq initiated "review writing" in Pakistan. A few specific journals could keep its integrity & some review & writers also, who work in an extra ordinary way.

***Key Words**: Review writing, criticism, Urdu Literature, Maulvi Abdul Haq*

کلیدی الفاظ: تبصرہ نگاری، فن اور روایت، تنقید، اُردو ادب، مولوی عبد الحق

"تبصرہ" عربی زبان سے ماخوذ لفظ ہے۔ جس کے معنی سوجھ بوجھ ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد بار یہ لفظ آیا ہے۔ تبصرہ لفظ کا عموی استعمال کسی چیز کی خوبیوں، خامیوں کو بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ مطلب اگر سمجھ داری سے تبصرہ کیا جائے تو وہ با معنی ہو گا۔ انگریزی میں Review تبصرہ کا مترادف ہے۔ فیروز اللغات میں تبصرہ کے معنی: نقد و نظر توضیح۔ ریویو کے ہیں۔ لیکن جب لفظ "ادبی تبصرہ" لکھا جاتا ہے تو یہ ادب کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے اس کے مخصوص قاعدے اور ضابطے بن جاتے ہیں اردو تبصرہ نگاری کی کسی ایک جامع تعریف پر تاحال اتفاق نظر نہیں آیا۔ اردو تبصرہ نگاری کے حوالے سے مباحث کا آغاز بھی اس کی روایت کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔ اردو تبصرہ نگاری کے حوالے سے "الہلال اخبار میں محمد حسین آزاد کی رائے ملاحظہ کیجیے:

> "ریویو نویس پبلک کی طرف سے بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر رکھتا ہے وہ لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ فلاں فلاں کتاب کا مطالعہ کریں اور فلاں کتاب خریدیں پس ہی ضروری ہے کہ مشورہ پوری امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ ہو۔"(۱)

تبصرہ نگاری کے ابتدائی دنوں میں اس صنف ادب کو تقریظ کے مماثل قرار دیا جاتا رہا ہے۔ اسی ضمن میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سر سید احمد خان نے ابوالفضل کی "آئین اکبری" مرتب کی تو مرزا غالب سے تقریر لکھنے کی فرمائش کی غالب نے لکھ دیا کہ آئین کہن کو رائج کرنے سے کیا حاصل ہو گا تو سر سید نے تقریظ کو کتاب کا حصہ ہی نہیں بنایا۔ یہ تمام مباحث اردو تبصرہ نگاری کی تعریف کے حوالے سے غیر متعلقہ ہیں۔ تقریظ نگاری ایک الگ صنف ہے۔ "الہلال" اخبار ۱۹۱۲ء میں جاری ہوا اس میں تبصرہ نگاری کے باری میں واضح موقف موجود ہے۔ اس میں تقریظ نگاری کا دور دور تک ذکر نہیں ہے۔

اسی طرح جلیل قدوائی نے اپنی تصنیف میں مولانا شبلی نعمانی کا خط شامل کیا ہے جو انھوں نے ۱۸۰۹ء میں مہدی افادی کے نام تحریر کیا ہے اس میں بھی اردو تبصرہ نگاری کے حوالے سے ہی مفید گفتگو موجود ہے:

> "ریویو کا تذکرہ آپ کے خط میں تھا وہ شاید مناسب نہ تھا۔ گو آپ کا منشانہ ہو لیکن اس سے متبادر ہوتا ہے کہ ریویو گویا کتاب کا ایک معاوضہ ہے حالانکہ مصنف کی پست نظری ہے کہ وہ لوگوں سے ریویو لکھوانے کا شایق ہو اگر کوئی شخص کسی معقول کتاب ریویو لکھنے کی قابلیت رکھتا ہے تو ہر حالت میں اس کو لکھنا چاہیے۔ لیکن "ریویو" کوئی آسان چیز نہیں۔ "(۲)

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

مولانا محمد حسین آزاد کے طے کردہ اصول تبصرہ نگاری عہد حاضر کے اصول تبصرہ نگاری سے کچھ زیادہ مختلف نہیں:

"ہم چاہتے ہیں جس قدر کتابیں ریویو کے لیے آئیں جب تک ان پر کافی نظر ڈال لیں اور شارائے دہی کے لیے مستعد نہ ہو جائیں ایک لفظ حوالہ قلم نہ کریں۔"(۳)

درج بالا عبارت سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے تبصرہ نگاری کو تنقید اور تقریظ سے الگ سمجھا ہے کہ حسین آزاد کے نزدیک تبصرہ نگاری کا مقصد یہ ہے:

"الہلال کا قارئین کو نئی کتابوں اور جریدوں سے روشناس کرایا جاسکے اگر ہو سکے تو ان مختصر مگر جامع تبصرہ یا ریونیو شائع کر دیا جائے۔ (۴)"

یہ بات تو واضح ہو گئی کہ ان حضرات کے ذہن میں یہی بات تھی کہ ان کتابوں کو قارئین سے متعارف کرانا ہے اور عارف قدرے تفصیل سے پیش کرتا ہے۔ دوران تحقیق کی حقیقت بھی آشکار ہوئی کہ گزرتے وقت کے ساتھ کتاب کے تعارف کا خیال دم توڑ گیا اور تبصرہ نگاری تنقید کی شاخ ہی تصور کی جانے لگی۔ ظ۔ انصاری کی رائے پیش ہے:

"سکڑے تو تبصرہ۔۔۔ کھلے تو تنقیدی مطالعہ"(۵)

گیان چند جین کی رائے بھی درج بالا خیال کو تقویت دے رہی ہے:

"تبصرہ تنقید کی وہ شاخ ہے جو کسی کتاب یا مختصر تخلیق کے بارے میں کی جاتی ہے۔"(۶)

تاراچندر ستوگی کا شمار بھی تبصرہ نگاری کے نمایاں خدمت گاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے مطابق:

"تبصرہ کو تعارف کا مترادف سمجھنا چاہیے۔"(۷)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"شاعری کی کوئی کتاب کھولتے ہی پہلا شعر تبصرہ نگار کے دل کو چھو جاتا ہے تو وہ پوری کتاب پر اس نظریے سے تبصرہ کرے گا۔۔۔ شاعر کے مرکزی خیالات و تصورات پر روشنی ڈالنا بر محل ہو گا۔ شاعری کی تمام اصناف سخن پر اسی طرح مبصر روشنی ڈال سکتا ہے۔"(۸)

تاراچندر ستوگی کی رائے سے متفق ہونا اس لیے ضروری نہیں کہ مرکزی خیال کے ساتھ ساتھ اگر تبصرہ نگار بہترین اشعار کو تبصرہ میں شامل کرے اور شاعر کے فن کے نمایاں پہلو قاری کے سامنے رکھے تو جاندار تر تحریر کیا جاسکتا ہے لیکن شعری اصناف ادب پر تبصرہ نگاری کے لیے شعری ادب کی سوجھ بوجھ ہونا بے حد اہم ہے۔ حالی نے اگرچہ تاراچندر ستوگی سے قبل اردو تبصرہ نگاری کی تعریف بیان کی ہے اس کے باوجود حالی کے بیان میں جامعیت ہے:

"ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کتاب کا عنوان بیان کیسا ہے، ترتیب کیسی ہے طریقہ استدلال مذاق وقت کے مطابق ہے کہ نہیں۔ اور کتاب لکھنے میں غایت مصنف نے اپنے ذہن میں محفوظ رکھی ہے وہ اس سے حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ "(۹)

فن تبصرہ نگاری کے ضمن میں دلچسپ مباحث سامنے آتی ہیں ظ۔ انصاری نے تبصرہ نگاری کی اقسام بھی متعارف کروائی ہیں جسے تنقیدی تبصرے، تشریحی تبصرے تعارفی تبصرے، تعارفی فرمائشی تبصرے اور بعض تبصرے محض نکتہ چینی پر مبنی ہوتے ہیں۔ فن تبصرہ نگاری کے مناسب خدوخال وضع کرنے کے لیے شمس الرحمن فاروقی کو بہت پذیرائی ملی لیکن ان سے قبل کلیم الدین احمد، پروفیسر ضیاء الدین انصاری اور رئیس انور کی آراء پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ بقول کلیم الدین احمد:

"تبصرہ کا بنیادی مقصد ہے کسی کتاب کے جوہر کا پتا لگانا اور اسے اجمال یا تفصیل کے ساتھ پیش کرنا اور کہا جائے اس سے کتاب کی اہم ترین خصوصیتیں (خوبیاں اور برائیاں) واضح ہو جائیں یہ اسی وقت ممکن ہے جب صحیح معیار ہو۔"(۱۰)

ان کے ہاں تبصرہ نگاری کے صحیح نقوش ترتیب دینے کی کاوش نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری نے جو کتاب آل احمد سرور کے تبصرے" کے نام سے مرتب کی ہے اس میں انھوں نے تبصرہ نگاری اور تقریظ نگاری کا تقابلی جائزہ لیا ہے اور اس صنف کی حد بندی کے لیے جو سوالات اٹھائے ہیں وہ بہت اہم ہیں مثلاً:۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

☆ تبصرہ کیا ہے؟

☆ اس کا دائرہ کار کیا ہے؟

☆ تبصرہ نگار کے فرائض کیا ہیں؟

لیکن ان کے ہاں بھی بحث برائے بحث ہے کوئی حتمی بات کیے بناہی بحث کو سمیٹ دیا ہے کہ ان امور کے بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں دی جاسکتی اس رائے کو قبول کرنا درست نہیں اور اس میں بھی تنقیدی نقطہ نظر کو تقویت ملتی ہے:

"تبصرہ دراصل کسی کتاب، جریدہ یا ادب پارہ کا مکمل تنقیدی تعارف ہوتا ہے۔ اس میں مختصراً تصنیف کے محاسن و معائب پر روشنی ڈالی جاتی ہے جس سے اس کے بارے میں عام تاثر قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔"(۱۱)

یہاں تبصرہ نگاری کا مقصد کم ہوتا نظر آرہا ہے۔ بہر حال شمس الرحمن فاروقی نے "فین تبصرہ نگاری" کے نام سے بامعنی مضمون تحریر کیا ہے۔ انھوں نے فن تبصرہ نگاری کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے سنجیدہ نوعیت کے سوالات کیے ہیں اور خود ہی ان کے جوابات بھی تلاش کیے ہیں تا کہ فن مکمل شناخت کے ساتھ دیگر اصناف ادب کے برابر کھڑا ہو انھوں نے سوال اٹھایا ہے کہ جانب داری کا کیا مقام ہے؟ تبصرہ کے لیے کتاب سے کسی حد تک واقف ہونا چاہیے؟ تبصرہ نگار و کتب کے نقائص کی نشاندہی اور اس کے محاسن کا کیا تناسب رکھنا چاہیے۔ تبصرہ نگاری اور تاثرات میں کیا فرق ہے؟ سب سے بہترین سوال ہے کہ تبصرہ آرٹ ہے یا مشق؟

دراصل یہ سوالات کی حد تک تبصرہ نگاری کے اصول وضوابط کا تعین ہی ہیں۔ لیکن انھوں نے جب ان تمام سوالوں کی تشریح کرنے کو کوشش کی تو ساری بحث تنقید میں الجھ کر رہ گئی۔ اسلوب احمد انصاری نے ششماہی رسالہ "نقد و نظر" ۲۰۰۴ء میں تحریر کیا ہے۔ عام طور پر کتابوں پر تبصرہ کی نوعیت یہ رہی ہے کہ کتاب پر اپنی اچٹتی سرسری نظر ڈال کر مختصر طور پر اپنے رد عمل کا اظہار کر دیا کہیں کہیں عبارت آرائی کی چاشنی بھی ملا دی۔ اور آخر میں غلام جیلانی اصغر کے مضمون " تبصرہ یا تجزیہ" کا خلاصہ پیش ہے۔ تجزیہ یا تبصرہ کے باہمی فرق کی کوئی اہمیت نہیں دونوں مل ایک شجر کی شاخیں ہیں۔ البتہ سائنسی زبان میں تجزیہ اور تبصرہ ایک الگ نوع ہے اس پورے مضمون میں تبصرہ کی کوئی تعریف نظر نہیں آئی:

"تبصرہ کتابوں پر کیا جاتا ہے اچھا تبصرہ نگار پوشیدہ مفاہیم کو نہیں چھیڑتا اور نہ فساد کا خلق کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے تبصرہ ایک قسم کی نظری سکھاتا ہے۔"(۱۲)

اور مثال کے طور پر برناڈ شاہ کا تحریر کردہ ایک تبصرہ بطور مثال تحریر کیا ہے۔

(My Dear Sir thank you for the book. Oh my dear sir)

تمام مباحث اور آرام کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ جو یہ تاثرات تبصرہ نگاری اور تنقید میں حد فاصل موجود ہے۔ تجزیہ میں کسی تصنیف کے تمام پہلوؤں کو تکنیکی سطح پر جائزہ لیا جاتا ہے اور کوئی پہلو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تاثرات میں قاری کے سامنے کتاب کے حوالے سے ذاتی رائے پیش کر دی جاتی ہے۔ تنقید میں کتاب کے اچھے برے پہلو عیاں کیے جاتے ہیں اس کا مقصد فن پارے کے مقام کا تعین کرنا ہوتا ہے۔ تبصرہ نگاری ایک فن ہے۔ نئی کتابوں کے تعارف کے لیے تبصرہ نگاری کی صنف کا مقصد قارئین کوئی کتاب کی اطلاع اس مقصد کے ساتھ دنیا کے اس سے انہیں مطالعے کی ترغیب ملے۔ تو یہ سوال پیدا ہو جائے گا کہ صرف اطلاع دلکش انداز میں دینے سے قاری مطالعے کے لیے قائل ہو سکے گا؟

اب یہ بحث چلی نکلے گی کہ کی تنقیدی و تجزیاتی انداز میں تعارف پیش کیا جائے؟ تو کتنے لوگ ہوں گے جو اس ذمہ داری کو بخوبی نبھا سکیں گے اور طریقہ بھی تنقید کے زمرے میں آتا ہے۔ تبصرہ نگاری کے فن میں کتاب کا تعارف پیش کرنا اور کتاب کے اہم نکات کو نمایاں انداز میں قاری کے سامنے لانا ہوگا۔ اب یہ نقطہ پیدا ہوگا کہ کیا کتاب کی خامیوں اور کمزوریوں کو نظر انداز کر دیا جائے بالکل نہیں تمام نمایاں کو تاہیوں کو تبصرے کے آخر میں نشاندہی کے لیے اس طرح بیان کیا جائے کہ تبصرہ نگاری کا مقصد

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

فوت نہ ہو اسی ضمن میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ تبصرے کی طوالت کتنی ہونی چاہیے؟ تو یہ واضح ہے کہ اس کا انحصار کتاب کی ضخامت اور موضوع پر ہے اسی سوال کا جواب انسائیکلوپیڈیا آف لائبریری اینڈ انفارمیشن سائنس بھی دیتی ہے:

"Condenstation can be to about -1% of the words in the orginal words \the evaluation (critism). selection and organization involved preparing the review give it is strong feature as well as tis brevity."(۱۳)

صرف اس ایک ضابطے کے تحت تبصرے کا حجم نہیں طے کیا جا سکتا کتاب کا موضوع بھی تبصرے کی ضخامت کا تعین کرنے میں کردار ادا کرتا ہے۔ کوئی صنف ادب ایک شکل پر قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ تغیر ہی زندگی کی شرط ہے جمود زندگی کا خاتمہ ہوتا ہے لیکن ہر صنف کی ایک خاص پہچان ہوتی ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوتی۔ شاعری کی بہت سی اصناف نے جنم لیا اور بہت سی اصناف میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ غزل کے موضوعات بدلے نظم کی اصناف میں اضافہ ہوا ناول، سفر نامے اور آپ بیتیاں بھی ہیتی تجربوں سے گزر کر نئے زمانے کے مذاق سے ہم آہنگ ہو گئیں۔ لیکن ان کی اصل کو نقصان نہیں پہنچا۔ اسی طرح وقت کے ساتھ ساتھ ان میں کئی طرح کے اضافے مزید بھی ہو سکتے ہیں لیکن اصل مقصد قائم رہنا چاہیے۔ جیسے تبصرہ نگاری کا اولین مقصد کتب میں اور مطالعے کو فروغ دینا ہے اس مقصد کو مرکزی خیال مانتے ہوئے اس فن کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔ ادب سے قوموں کا مزاج بدلا جا سکتا ہے اس حوالے سے بھی کافی تحقیقی مواد موجود ہے:

"ادب کے ذریعے تبدیلی آہستہ روی سے آتی ہے۔"(۱۴)

تبصرہ نگار کتاب کا مجموعی تاثر دلکش اسلوب میں پیش کرتا ہے موضوع اور پیش کش کی بحث سے اجتناب کرتا ہے۔ تبصرہ نگاری کے لیے وسیع العلم، غیر جانب دار اور فن تبصرہ نگاری کی خداداد صلاحیتوں کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اردو ادب میں تبصرہ نگاری کی روایت بہت قدیم نہیں ہے مجموعی طور پر دیکھا جائے تو انگریزی سے بھی قبل عربی ادب میں اس کے نقوش ملتے ہیں اور اچھے تبصرہ نگار اپنی ایک الگ پہچان بھی رکھتے تھے اور اب بھی یہ صنف عربی ادب میں ایک خاص مقام رکھتی ہے لیکن اردو زبان میں دیگر اصناف ادب کی طرح اس کا ورود بھی انگلستان سے سرسید کے توسط سے ہوا انگریزی میں پہلا تبصرہ نگار کون تھا۔ ان کے تبصرہ نگاری کے ضوابط کیا رہے۔

اس حوالے سے ہندوستان میں کافی مستند مباحث موجود ہیں۔ اس مقالے میں اردو ادب نے تبصرہ نگاری کو مرکزی اہمیت دی ہے اس لیے اسی کی روایت پر زیادہ توجہ رہی ہے۔ بہر حال تسلسل اور تمہید کے لیے چند باتیں ضرور شامل کی گئی ہیں انگریزی ادب میں تبصرہ نگاری کی تاریخ میں ۱۸۰۶ء خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس سال Eden Burgh Review and critical journal کا اجراء ہوا تھا۔ اس رسالے میں اس مقصد کو بہت ابھارا گیا کہ نئی شائع ہونے والی کتب کی خبر کو زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہنچایا جا سکے۔ اس رسالے میں غیر جانب دارانہ تبصرے شائع ہوئے تھے اسی رسالے کی مقبولیت سے متاثر ہو کر دو نئے رسالے جاری ہوئے۔

1. Black woods magazine.
2. Quarterly Review

ان رسائل کی طرز پر مزید رسائل کے اجراء کا سلسلہ جاری ہو گیا خاص طور پر ۱۹۰۵ امریکن لائبریری ایسوسی ایشن نے امریکہ میں شائع ہونے والی کتابوں کی فہرستیں میں شائع کرنے کا آغاز کیا۔ کولرج، ہیزلٹ، ہیملٹ، برناڈ شاہ اور دیگر بے شمار ادیب اس صنف سے منسلک ہوئے۔ اور جب سرسید کی بدولت یہ صنف ہندوستان میں آ گئی تو مولانا حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولوی چراغ علی، نواب صدر یار جنگ اور مولانا حبیب الرمان شیروانی جیسے مشاہیر نے اہم مطبوعات پر سیر حاصل تبصرے تحریر کیے۔ دبستان سرسید کو تبصرہ نگاری کی صنف کو سنجیدگی سے لیا گیا اور اہم کتب پر تبصرے تحریر کرنے کی روایت نے جنم لیا۔ "اودھ پنچ" میں تبصرہ نگاری تنقید مباحث کی شکل میں نشو نما پانے لگی۔ ایک نقاد نے کسی کتاب پر تبصر تحریر کیا تو دوسرے نے جوابی تبصرہ اور پھر جواب الجواب کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا۔ اس غیر صحت مندانہ طرز تبصرہ نگاری نے اس کی روح کو نقصان پہنچایا۔ لیکن مولوی عبدالحق نے اس صنف ادب کو فن کا درجہ دینے کے لیے اس پر بھرپور توجہ مرکوز کی اور اس کے فروغ کے لیے بھی اقدامات کیے۔ ان

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کے تحریر کردہ تبصروں کو بہت پذیرائی تھی۔ ان کی تبصرہ نگاری کا آغاز زمانہ طالب علمی میں ہوا ان کا پہلا تبصرہ "ریویو ہدیہ ناظر" کے عنوان سے یکم اگست ۱۸۹۳ء کے علی گڑھ گزٹ میں شائع ہوا۔

اس کے علاوہ ۱۹۱۲ میں "الہلال" کا اجراء ہوا تو اس میں فی تبصرہ نگاری کو خاص مقام حاصل رہا۔ لیکن جب جنوری ۱۹۲۱ء میں رسالہ اردو انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے زیر انتظام منظر عام پر آیا تو اس کے مدیر مولوی عبدالحق بنے انھوں نے اس فن کو اوج کمال تک پہنچانے کی کوشش کی مولوی عبدالحق اور ان کے اخبار کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ یہ وہ شخصیت ہیں جنھوں نے ہندوستان اور پاکستان میں تبصرہ نگاری کو سمجھا اور ان کی عملی کاوشیں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ اردو کی ابتدائی شماروں میں صرف انجمن کی مطبوعات پر تبصرے تحریر کیے جاتے تھے بعد میں یہ پابندی ختم کر دی گئی یہ تبصرے مولوی عبدالحق تحریر کرتے تھے۔ اور اپنا پورا نام تحریر نہیں کرتے تھے اور اس کے بعد دیگر احباب بھی اس کام میں شامل ہو گئے رسالہ اردو میں مولوی صاحب کے ہزاروں تبصرے دستیاب ہیں جن میں فلسفہ، طب، نفسیات قواعد تاریخ ادب ناول اور مزاح جیسے مصنوعات پر تبصرے نگاری کی عمدہ مثالیں موجود ہیں۔

مولوی قومی عبدالحق نے ساری زندگی اردو زبان کا مقدمہ لڑا ہے ابن حسن قیصر اور زاہدہ خاتون کا مرتب کردہ بہترین اشاریہ جو ماہنامہ "قومی زبان" بابائے اردو اگست نمبر ۱۹۶۳ میں شائع ہو وہ بہت کارآمد ہے ان اشاریوں کی مدد سے مختلف عنوانات کے تحت تبصروں کی تعداد اور موضوعات کا تعین کیا گیا تقریباً ۱۲۴۴ تبصرے موجود ہیں لیکن غیر مدون تبصرے ان میں شامل نہیں ۱۹۳۹ میں مولوی صاحب کے تبصروں پر مشتمل ایک کتاب انجمن ترقی اردو ہند (دہلی) نے چند تنقیدات عبدالحق کے نام سے شائع کی اس کتاب میں دس تبصرے شامل ہیں یہ ایک انتخاب ہے جو کہ ۱۹۲۱ تا ۱۹۳۹ تک شائع ہونے والے تبصروں سے منتخب کیے گئے ہیں اس کے بعد محمد علی تراب خان باز نے ۱۹۲۱ تا ۱۹۴۲ کے تبصروں سے انتخاب "تنقیدات عبدالحق" کے نام سے مرتب کیا۔ اس مجموعے میں ۲۳ تبصرے شامل کیے گئے۔ اس کے علاوہ "ادبی تبصرے" کے نام سے دانش محل لکھنوں سے ایک اور کتاب شائع ہوئی اس کتاب میں شامل تبصرے پہلے دونوں مجموعوں میں شامل نہیں تھے۔ یہ تینوں مجموعے مولوی صاحب کی زندگی میں ہی شائع ہو گئے تھے اور بابائے اردو کے غیر مدون تبصرے کے نام سے سید جاوید اقبال نے مولوی عبدالحق کے تبصروں کو زمانی اعتبار سے پیش کیا مولوی عبدالحق کا ایک تبصرہ ڈاکٹر سید عبداللطیف کی کتاب غالب پر تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو:

> اس تمام کتاب میں کہیں اردو شاعری اور اردو شعراء سے بحث نہیں کی گئی ہے اور اس سے متعلق ڈاکٹر صاحب کی کوئی رائے یا خیال معلوم نہیں ہوتا ہے انھوں نے شاعری اور شعر کی تعریف میں سب انگریزی اقوال نقل کیے ہیں نمونے بھی انگریزی کلام کے دیے ہیں جس میں قیاس ہوتا ہے کہ انھوں نے اردو شعرا کے کلام کا مطالعہ کرنے کی کبھی زحمت نہیں فرمائی اور اردو شاعری سے غالب کو الگ کر کے بحث کرنا اور پھر اردو شاعری میں اس کا درجہ قائم کرنا ایک مجنونانہ خیال ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ غالب کے نقادوں کی تحریر زیادہ تر ایسے ہی لوگوں کی پسند خاص ہوتی ہے جن کی تعلیم دیسی طریقے پر ہوتی ہے اور جن کی حس جمالیات پر مغربی ادب کی چھینٹ تک نہیں پڑی بے ادبی معاف ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی یہ تحریر ہوئی تو ایسے ہی لوگوں کی دلچسپی کا موجب ہو گی جو آپ کی طرح مغربی ادب کے رسیا تو ہیں مگر اردو شاعری اور اس کے مختلف رنگوں اسلوبوں اور اس کی اندرونی حقیقت اور زبان کی نزاکتوں سے بالکل کورے ہیں۔"(۱۵)

ہندوستان میں تبصرے نگاری کا ابتدائی انداز اور تنقید کیا ایک رخ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن کتاب کو تعارف اور صنف کا تعارف بھی قاری کے سامنے ہے مصنف مغربی ادب کا شوقین ہے اور اسی کے رویے سے متاثر بھی ہے اس طرح اردو تصنیف کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتا مولوی عبدالحق کے تحریر کردہ دیگر کئی تبصروں سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ان کے لیے مصنف کا ادبی مقام معنی نہیں رکھتا بلکہ تخلیق کا معیار اہمیت رکھتا ہے۔ ان کے ہاں دوسرا بڑا رجحان یہ ہے کہ وہ جس کتاب کو قارئین کے لیے مفید سمجھتے تھے۔ اس کی تشہیر میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے تھے اور جو کتاب ان کے معیار پر پورا نہیں اترتی تھی اس کتاب کو وہ متعارف کرانا مناسب نہیں سمجھتے تھے مولوی صاحب کے ہاں

Vol. 5 No.3 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

پچاس کی دہائی میں تبصرہ نگاری میں کافی کمی آئی اور مختصر تبصرے تحریر کیے۔ ان کے تبصروں میں تنقیدی عنصر نمایاں ہے لیکن چند تبصرے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ بھی ہیں۔

خلیق انجم نے بھی ''مولوی عبدالحق ادبی ولسانی خدمات'' میں تحریر کیا ہے کہ ان کے تبصروں میں خالص تنقیدی مضمون کا رنگ غالب ہے مولوی عبدالحق نے تبصرہ نگاروں کی بہت حوصلہ افزائی کی ہے۔ ان کے ہم عصر تبصرہ نگاروں کے انداز بیان پر مولوی صاحب کی گہری چھاپ نظر آئی ہے بعض اوقات تو ان کے مابین فرق ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ تبصرہ نگاری میں مولوی صاحب کا کلیدی کردار ہے۔ عہد حاضر میں ہندوستان میں اردو تبصرہ نگاری کو فن کی حیثیت سے پیش کرنے کی سنجیدہ کاوشیں نظر آئی ہیں۔ تاراچندر ستوگی، ظ، انصاری، ڈاکٹر رئیس انور، ظفر کمالی، جلیل قدوائی، پروفیسر محمود الہیٰ، وجیب الرحمن اور شمس الرحمن فاروقی کے نام ان خدمات کے عوض فراموش نہیں کیے جاسکتے۔

دورانِ تحقیق پاکستان میں جاری ہونے والے رسائل کا جائزہ لیا گیا کہ کتنے رسائل میں ۱۹۴۷ء کے بعد تبصرہ نگاری کا رجحان موجود رہا۔ پاکستان میں کل رسائل کا ایک تہائی حصہ اس میں شامل رہا چند رسائل ہی ملے جن میں نئی کتب پر تبصرہ نگاری کے لیے گوشے مخصوص تھے ''اردو شمارہ'' جو کراچی سے نکلتا تھا اس میں ستر اسی کی دہائی تک تو باقاعدہ تبصرہ نگاری کا اہتمام کیا جاتا رہا لیکن نوے کی دہائی میں یہ تسلسل ٹوٹ گیا۔ ہمایوں، تخلیق، عالمگیر، نگار، فنون قومی زبان، داستان گو، لیل نہار اور جسارت ان کے علاوہ روزناموں میں حریت مشرق ایکسپریس اور نوائے وقت وغیرہ سرفہرست رہے۔ پاکستان میں تبصرہ نگاری کے ضمن میں کتب بھی شائع ہونے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ محمد خالد اختر کے تبصروں کا مجموعہ ''آج'' والوں نے مرتب کیا ہے۔ محمد کاظم کے تبصروں کا مجموعہ ''کل کی بات'' کے نام سے اور انور سدید کے پہلے سو تبصروں پر مشتمل ایک کتاب شائع ہو چکی ہے۔

تبصرہ نگاری میں ہر چھوٹے ادیب نے مقدور بھر حصہ ڈالا ہے انور سدید، حمید اختر، انتظار حسین، محمد خالد اختر اور محمد کاظم کے علاوہ ڈاکٹر سلیم اختر، خورشید رضوی، مسعود انور، طارق بشیر، راغب شکیب اور دیگر مصنفین کے تبصرے ملتے ہیں۔ رسائل اور جرائد میں مختلف عنوانات کے تحت تبصرے تحریر کیے جاتے رہے ہیں۔ نئی مطبوعات، نئی کتابیں، مطبوعات موصولہ، کچھ وقت غیر ملکی کتابوں کے ساتھ، چند ہندوستانی کتابوں پر تبصرے وغیرہ ان تبصروں میں کتاب کا تعارف اور مصنف کا تعارف اس کے علاوہ تین چار تنقیدی فقرے تحریر کر دیے جاتے تھے۔ تبصرہ نگاروں کی تربیت کرنے والے میں پہلا سہ ماہی ''اردو'' ہے اس کے بعد دوسرا بڑا نام ''اوراق'' ہے وزیر آغا نے خاص طور پر نئی کتب پر تبصرہ نگاری کو فروغ دیا، احمد ندیم قاسمی نے ''فنون'' میں تبصرہ نگاری کے لیے چند اصولوں کی پیروی کو ضروری قرار دیا جیسے کتاب کو اچھے طریقے سے پڑھے بنا تبصرہ تحریر نہیں کیا جاسکتا جدید اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ خاص کتابوں پر ہی تبصرے تحریر کیے جائیں گے۔ انھوں نے محمد خالد اختر اور محمد کاظم کو یہ ذمہ داری سونپی اسی حوالے سے محمد خالد اختر کا دعویٰ دیکھیں:

> ''مجھے کتابوں پر ریویو لکھنے پر ملکہ حاصل ہے اور انھیں پڑھے بغیر ہی میں ریویو لکھ سکتا ہوں۔ یہ خدا کی دین ہے جس طرح بعض لوگ شاعر یا پیدائشی افسانہ نویس ہوتے ہیں۔ غالباً میں ایک پیدائشی تبصرہ نگار ہوں۔''(۱۶)

یہ مقالہ اردو تبصرہ نگاری کے فن کو جائز مقام دلانے کی کوشش ہے اس مقالے سے اسی موضوع کے تحت کئی نئے زاویوں سے تحقیق کے در وا ہو سکتے ہیں۔ مولوی عبدالحق کے بعد انور سدید ایسی شخصیت ہیں۔ جنہوں نے اردو تبصرہ نگاری کو ایک صنف ادب کی حیثیت سے اپنایا۔ تبصرہ نگاری اب رسائل و جرائد تک محدود نہیں رہی بلکہ اخبارات میں نئی کتابوں پر تبصرے تحریر کیے جا رہے ہیں یہاں تک کہ کالم کی شکل میں بھی تبصرہ نگاری رواج پا چکی ہے اس انداز کو تبصرہ نگاری کے حق میں بہتر ہی سمجھا جائے گا کتاب کا تعلق کس بھی صنف ادب سے ہو مطالعہ کی رغبت دلانے کا فن اور دلچسپی پیدا کرنے کا ہنر تبصرہ نگاری کی خاص ادا ہونی چاہیے۔ یہی آرٹ ہے۔

انور سدید، انتظار حسین، حمید اختر، محمد خالد اختر اور محمد کاظم کی شخصیت اور ان کے فن کو تحقیقی مقالوں کی زینت بنایا جا چکا ہے لیکن اردو تبصرہ نگاری کے حوالے سے ان کے فن کے مقام و مرتبہ پر تحقیق کرنا ابھی باقی ہے۔ تبصرہ نگاری کے حوالے سے پانچ تبصرہ نگاروں کا تخصیصی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اور ان کے فن کے حوالے سے ان کی مہارت، ان کے تبصروں کے نمایاں پہلو اجاگر کیے گئے ہیں اردو فن تبصرہ نگاری میں ان کے مقام کا تعین کرنے کی طالب علمانہ کوشش ہے۔

Vol. 5 No.3 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حوالہ جات

۱۔ مولانا محمد حسین آزاد، الہلال ۱۹ مارچ ۱۹۱۳ء۔

۲۔ جلیل قدوائی، تذکرے اور تبصرے، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۵۹ء، ص ۲۔

۳۔ محمود الہیٰ، پروفیسر، مرتبہ، الہلال کے تبصرے، اردو اکادمی لکھنو، ۱۹۸۸ء، ص ۸۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ظ۔ انصاری، کتاب شناسی، بمبئی، ۱۹۸۱ء، ص ۴۶۔

۶۔ گیان چند جین، مقدمے اور تبصرے، ثمر آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۔

۷۔ تاراچندر ستوگی، ڈاکٹر، تنقید و تبصرہ، شان ہند پبلی کیشنز، نیو دہلی، ۱۹۹۳ء، ص ۲۵۷۔

۸۔ ایضاً، ص ۲۵۸۔

۹۔ محمد ضیاء الدین انصاری، ڈاکٹر، آل احمد سرور کے تبصرے، خدا بخش اورینٹل لائبریری، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱۱۔

۱۰۔ کلیم الدین احمد، اردو تنقید پر ایک نظر، دائرہ ادب پٹنہ، ۱۹۸۳ء، ص ۳۲۸۔

۱۱۔ رئیس انور، ڈاکٹر، تاثر و تبصرہ، پرنٹ سنٹر، نیو دہلی، ۲۰۰۴ء، ص ۲۔

۱۲۔ ماہنامہ تخلیق، فروری ۲۰۰۷ء، ص ۹۴۔

13. Encyclopedia of library information Science, vol-29, p-245

۱۴۔ حسن عابد، روزنامہ ایکسپریس، ۲۷ مئی ۲۰۰۴ء، ص ۱۲۔

۱۵۔ سہ ماہی، اردو اورنگ آباد، مارچ ۱۹۲۹ء، ص ۱۶۳۔

۱۶۔ ماہنامہ، افکار، جنوری فروری ۱۹۹۵ء، ص ۲۵۔